حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے (عربی۔ فارسی۔ اردو۔ اسلامیات)
—— صدر شعبۂ اسلامیات۔ گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد ——

مسواک کی اہمیت

حدیث کی روشنی میں

○

طہارت و نظافت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں پر زور دیا ہے اور ان کی بڑی تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک مسواک بھی ہے۔ مسواک کے طبی فوائد سے کوئی صاحب شعور انکار نہیں کر سکتا دینی نقطۂ نگاہ سے اس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ یہ (مسواک کرنا) اللہ تعالیٰ کو بہت راضی کرنے والا عمل ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیبی و تاکیدی ارشادات پڑھیے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ" (مسند امام شافعی، مسند احمد، سنن دارمی، سنن نسائی، بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے۔

تشریح: کسی چیز میں حسن کے دو پہلو ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ وہ دنیوی زندگی کے لحاظ سے فائدہ مند اور عام انسانوں کے نزدیک پسندیدہ ہو اور دوسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور اجر اخروی کا وسیلہ ہو۔ آپؐ نے اس حدیث میں بتایا ہے کہ مسواک میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں، اس سے منہ کی صفائی ہوتی ہے، گندے اور مضر مادے خارج ہو جاتے ہیں اور منہ کی بدبو زائل ہوتی ہے۔ یہ تو اس کے دنیوی فوائد ہیں اور دوسرا اخروی اور ابدی نفع اس کا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کا بھی ایک خاص وسیلہ ہے۔

② عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ" (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ)

حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حتمی امر کرتا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نگاہ میں مسواک کی محبوبیت اور اس کے عظیم فوائد دیکھتے ہوئے میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے ہر امتی کے لیے حکم جاری کر دوں کہ وہ ہر نماز کے وقت مسواک ضرور کیا کرے۔ لیکن ایسا حکم میں نے صرف اس خیال سے نہیں دیا کہ اس سے میری امت پر بوجھ پڑ جائے گا اور ہر ایک کے لیے اس کی پابندی مشکل ہو گی—— غور فرمایئے کہ یہ ترغیب وتاکید کا کیسا مؤثر عنوان ہے۔ بعض روایتوں میں "عند کل صلوٰۃ" کے بجائے "عند کل وضوء" کے الفاظ بھی آئے ہیں، مطلب دونوں کا قریب قریب ایک ہی ہے۔

③ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا جَاءَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَطُّ اِلَّا اَمَرَنِیْ بِالسِّوَاكِ، لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ اُحْفِیَ مُقَدَّمَ فِیَّ" (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے فرشتے جبریل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آئے، ہر دفعہ انہوں نے مجھے مسواک کے لیے ضرور کہا، خطرہ ہے کہ (جبریل کی بار بار کی اس تاکید کی وجہ سے) میں منہ کے اگلے حصہ کو مسواک کرتے کرتے گھس نہ ڈالوں۔

تشریح مسواک کے بارے میں حضرت جبریل کی بار بار یہ تاکید دراصل اللہ ہی کے حکم سے تھی اور اس کا خاص راز یہ تھا کہ جو ہستی اللہ سے مخاطبت اور مناجات میں ہر وقت مصروف رہتی ہو اور اللہ کا فرشتہ جس کے پاس بار بار آتا ہو، اور اللہ کے کلام کی تلاوت اور اس کی طرف دعوت جس کا خاص وظیفہ ہو لضروری ہے کہ وہ مسواک کا بہت زیادہ اہتمام کرے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

مسواک کے خاص اوقات

(۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ اِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ اَنْ يَّتَوَضَّأَ۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ دن یا رات میں جب بھی آپ سوتے تو اٹھنے کے بعد وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے تھے۔

(۵) عن حذیفۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام للتھجد من اللیل یشوص فاہ بالسواک (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو مسواک سے اپنے دہن (منہ) مبارک کی خوب صفائی کرتے تھے (اس کے بعد وضو کرتے اور تہجد میں مشغول ہوتے)

(۶) عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ: "سَاَلْتُ عَائِشَةَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ؟" قَالَتْ: "بِالسِّوَاكِ۔" (رواہ مسلم)

شریح بن ہانی سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے گھر میں تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے آپ مسواک کرتے تھے۔

تشریح۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ ہر نیند سے جاگنے کے بعد خاص کر رات کو تہجد کے لیے اٹھنے کے وقت پابندی سے مسواک کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جب باہر سے گھر میں تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک صرف وضو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سو کر اٹھنے کے بعد اور مسواک کیے زیادہ دیر گزرنے کے بعد اگر وضو نہ بھی کرنا ہو جب بھی مسواک کر لینا چاہیے۔

علمائے کرام نے انہی احادیث کی بنا پر لکھا ہے کہ:

"مسواک کرنا یوں تو ہر وقت میں مستحب اور باعث اجر و ثواب ہے لیکن پانچ موقعوں پر

مسواک کی اہمیت زیادہ ہے :-

۱۔ وضو میں۔ ۲۔ نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت (اگر وضو اور نماز کے درمیان زیادہ دیر ہوگئی ہو) ۳۔ قرآن کریم کی تلاوت کے لیے۔ ۴۔ سونے سے اٹھنے کے وقت ۵۔ اور منہ میں بدبو پیدا ہو جانے یا دانتوں کے رنگ میں تغیر آ جانے کے وقت ان کی صفائی کے لیے۔

مسواک انبیائے کرام کی سنت ہے۔

⑤ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ" (رواه الترمذي)

حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں۔ ایک حیا۔ دوسرے خوشبو لگانا۔ تیسرے مسواک کرنا۔ اور چوتھے نکاح کرنا۔

تشریح۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بتا کر کہ یہ چاروں چیزیں اللہ کے پیغمبروں کی سنتیں ہیں، اپنی امت کو ترغیب دی ہے۔ قرآن و حدیث کی اصطلاح میں حیا کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہمارے ہاں تو اس کا یہ مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ آدمی شرمناک باتوں اور شرمناک کام کرنے سے بچے، لیکن قرآن و حدیث کے استعمالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا۔ طبیعتِ انسانی کی اس کیفیت کا نام ہے کہ ہر نامناسب بات اور ناپسندیدہ کام سے اس کو انقباض اور گھٹن ہو اور اس کے ارتکاب سے اسے اذیت ہو۔

حیا کا تعلق صرف اپنے ابنائے جنس ہی سے نہیں ہے بلکہ حیا کا سب سے زیادہ مستحق وہ خالق و مالک ہے جس نے بندہ کو وجود بخشا اور جس کی پروردگاری سے وہ ہر آن حصہ پا رہا ہے اور جس کی نگاہ سے اس کا کوئی عمل اور کوئی حال مخفی نہیں۔ اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ شرم و حیا کرنے والے انسانوں کو سب سے زیادہ شرم و حیا اپنے ماں باپ کی، اور اپنے بڑوں اور محسنوں کی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سب بڑوں سے بڑا، اور سب محسنوں کا محسن ہے لہذا بندہ کو سب سے زیادہ شرم و حیا اسی کی ہونی چاہیے اور اس حیا کا تقاضا یہ ہوگا کہ جو کام اور

جو بات بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کے خلاف ہو، آدمی کی طبیعت اس سے خود انقباض اور اذیت محسوس کرے اور اس سے باز رہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ" (موطا امام مالک و ابن ماجہ)

ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے اور دینِ اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے۔

خوشبو لگانا بڑی محبوب صفت ہے۔ انسان کے روحانی اور ملکوتی تقاضوں میں سے ہے۔ اس سے روح اور قلب کو ایک خاص نشاط حاصل ہوتا ہے۔ عبادت میں کیف اور ذوق پیدا ہوتا ہے اور اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی راحت پہنچتی ہے۔ اس لیے تمام انبیاء علیہم السلام کی محبوب سنت ہے۔ تیسری چیز مسواک اور چوتھی نکاح ہے۔

مسلم شریف میں ہے:

"حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا "عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَۃِ الخ ـــــــ" دس چیزیں امورِ فطرت سے ہیں۔ مونچھوں کا ترشوانا، داڑھی کا چھوڑنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی لے کر اس کی صفائی کرنا، ناخن ترشوانا، انگلیوں کے جوڑوں کو (جن میں اکثر میل کچیل رہ جاتا ہے، اہتمام سے) دھونا، بغل کے بال لینا، موئے زیرِ ناف کی صفائی کرنا اور پانی سے استنجا کرنا۔ حدیث کے راوی زکریا کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ مصعب نے بس یہی نو چیزیں ذکر کیں اور فرمایا کہ دسویں چیز بھول گیا ہوں اور میرا گمان یہی ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔"

علماء کہتے ہیں کہ "الفطرۃ" سے مراد انبیائے کرام کا طریقہ ہے کیونکہ ایک اور حدیث میں عشر من السنۃ کے الفاظ ہیں اور انبیاء کرام کے طریقہ کو فطرت اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ فطرت کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اس تشریح کی بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء کرام نے جس طریقہ پر خود زندگی گزاری اور اپنی امتوں کو جس پر چلنے کی ہدایت کی اس میں یہ دس باتیں شامل تھیں۔ گویا یہ دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی متفقہ تعلیم اور ان کے مشترکہ معمولات سے ہیں۔

بعض شارحین نے "الفطرۃ" سے دینِ فطرت مراد لیا ہے، اس بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ دس چیزیں دینِ فطرت (اسلام) کے اجزاء یا احکام میں سے ہیں۔

اور بعض شارحین نے "الفطرۃ" سے مراد انسان کی اصل فطرت و جبلت مراد لی ہے۔ اس تشریح کی بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ دس چیزیں انسان کی اصل فطرت کا تقاضا ہیں جو اللہ نے اس کی بنائی ہے۔ جس طرح انسان کی اصل فطرت یہ ہے کہ وہ ایمان، نیکی اور طہارت و پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، اور کفر و فواحش، گندگی اور ناپاکی کو ناپسند کرتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا دس چیزیں ایسی ہیں کہ انسانی فطرت (اگر کسی خارجی اثر سے ماؤف نہ ہو چکی ہو) تو ان کو پسند ہی کرتا ہے اور حقیقت شناس جانتے ہیں کہ انبیائے کرام جو دین یا زندگی کا طریقہ لے کر آتے ہیں وہ دراصل انسانی فطرت کے تقاضوں ہی کی مستند اور منضبط تشریح ہوتی ہے۔

آج ہم فطری آداب سے کتنے دور ہو گئے ہیں۔ مونچھیں باریک ترشوانے کا حکم تھا لیکن ہم نے بڑی بڑی مونچھیں رکھ لیں۔ ناخن کٹوانے کا حکم ملا تو یورپ کے تتبع میں انہیں بڑھانا اور ریت ریت کر صاف کرنا شروع کر دیا۔ بقول مولانا سید سلیمان ندویؒ:

"جن کے ناخن بڑے اور مونچھیں بڑی ہوتی ہیں، وہ کھانے پینے کی ہر چیز کو گندہ کر کے کھاتے پیتے ہیں۔ جس سے نہ صرف دوسروں کو کراہت معلوم ہوتی ہے بلکہ خود ان کو طبّی طور پر نقصان پہنچتا ہے، یورپ میں ناخن بڑھانا اور ان کو ریت ریت کر صاف کرنا، اور اسی طرح بعض لوگوں میں بڑی بڑی مونچھیں رکھنا حسن سمجھا گیا ہے مگر یہ دونوں باتیں صریحاً خلافِ فطرت ہیں اور کھانے پینے کی گندگی کا باعث ہیں۔

مونچھوں کے بڑھانے کا فیشن یورپ کا آئینہ بدل جانے سے اب کم ہو رہا ہے۔ مگر داڑھی بڑھانے کے بجائے اس کے منڈانے کا فیشن ابھی اسی طرح قائم ہے، بلکہ اب تو داڑھی اور مونچھ دونوں کو صاف کرنے کا حکم ترقی پر ہے، یہ تمام باتیں اسلامی شعار کے خلاف ہیں اور اس شعار کے مخالف ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا "مجوسیوں کے خلاف تم مونچھیں ——— ترشواؤ اور

داڑھی بڑھاؤ۔"[۱] حضرت ابن عمر کہتے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ مشرکوں کے برخلاف تم مونچھیں باریک ترشواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔"[۲]

ان تعلیمات کے مطابق اسلامی صورت کو قائم رکھنا غیرت مند مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے اور بُری معلوم ہونے کا تخیل زمانہ کے رسم و رواج کا واہمہ ہے۔ جس رنگ کی عینک لگائے دنیا اسی رنگ کی نظر آئے گی۔"[۳]

نماز کو قیمتی بنانے میں مسواک کا اثر

(۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَفْضُلُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ يُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلٰوةِ الَّتِيْ لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِيْنَ ضِعْفًا." (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ نماز جس کے لیے مسواک کی جائے، اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک پڑھی جائے۔ ستر گنا فضیلت رکھتی ہے۔

تشریح۔ علماء لکھتے ہیں کہ:۔

"سبعین (ستر) کا لفظ عربی محاورہ کے مطابق کثرت اور بہتات کے لیے استعمال ہوا ہے اس بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک کے پڑھی جائے بدرجہا اور بہت زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اور اگر سبعین سے مراد ستر کا خاص عدد ہو تب بھی کوئی استبعاد (بعید) نہیں ہے۔

جب کوئی بندہ احکم الحاکمین کے دربار عالی میں حاضری اور نماز کے ذریعہ اس سے مخاطبت اور مناجات کا ارادہ کرے اور یہ سوچے کہ اس کی عظمت و کبریائی کا حق تو یہ ہے کہ مشک و گلاب سے اپنے دہن و زبان کو دھو کر اس کا نام نامی لیا جائے اور اس کے حضور میں

---

[۱] [۲] صحیح مسلم

[۳] سیرت النبی جلد ششم ص ۱۹۱

کچھ عرض کیا جائے، لیکن اس مالک نے اپنی عنایت و رحمت سے صرف مسواک ہی کا حکم دیا ہے اس لیے میں مسواک کرتا ہوں تو وہ نماز اگر اس نماز کے مقابلہ میں جس کے لیے مسواک نہ کی گئی ہو، ستر یا اس سے بھی زیادہ درجے افضل قرار دی جائے تو بالکل حق ہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب (معارف الحدیث، مولانا محمد منظور نعمانی)
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

دورِ جدید کے عظیم مفکر ڈاکٹر اقبالؒ سے کسی نے استفسار کیا کہ "اب تو اچھے اچھے ولایتی منجن ملتے ہیں، کیا وہ مسواک کا نعم البدل نہیں ہو سکتے؟"۔ ان کے جواب میں علامہ نے لکھا۔

"مسواک سے میری مراد دیسی مسواک تھی نہ کہ انگریزی طرز کے منجن اور برش۔ کیونکہ یورپ کی بنی ہوئی بعض چیزیں خوبصورت ضرور ہوتی ہیں مگر ان میں اخلاقی زہر ہوتا ہے۔ جس کا اثر آج کل کے مادہ پرست مزاج رکھنے والے انسان فوراً محسوس نہیں کر سکتے۔"

"روزگارِ فقیر" کے مؤلف اس اقتباس کے تحت لکھتے ہیں:۔

"مسواک کا استعمال اس لیے مبارک اور مفید ہے کہ اس میں سنتِ رسول کا اتباع مضمر ہے۔ یہی مقدس جذبہ تھا جس نے مسواک کو علامہ کی نگاہ میں محبوب بنا دیا تھا۔ محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محبوب کی ہر چیز محب کو محبوب و پسندیدہ نظر آئے۔ "فنا فی الرسول" کی مشہور صوفیانہ اصطلاح کا لب لباب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و مرضیات میں اپنی مرضی اور خواہش کو گم کر دیا جائے اور سنتِ رسولؐ کی پوری اطاعت کی جائے۔"[1]

[1] روزگارِ فقیر جلد دوم ص ۱۵۹